رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN

جلد ۳۹ | ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۳۶ء یوم شنبہ | نمبر ۹

"آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے"

عالمگیر مہلک و مہیب جنگ کے شرارے اٹھنے لگ گئے ہیں

گزشتہ نصف صدی کے اندر طاغوتی طاقتوں نے اس قدر ترقی کر لی تھی۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کی ذات کو بھی استہزا سے دیکھنے لگا تھا۔ مذہب کو ایک کھیل سمجھا جانے لگا۔ اور گناہ کی نفرت کو دل سے نکال دیا گیا۔ اور اسطرح یہ زمین انسانی تمرد۔ سرکشی سے بھر گئی۔ اور فسق و فجور کی تیز و تند آندھیاں زمین پر چلنے لگیں۔ جن لوگوں نے جنگ کے بعد ان ممالک کی سیاحت کی ہے۔ جن ممالک میں جنگ ہوئی۔ انہوں نے دیکھا ہے۔ گزشتہ جنگ ایک خطرناک عذاب تھا۔ جس نے انسان کو نہیں بلکہ انسانیت کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ قوموں کو اخلاق کے سنہری قصر سے نیچے گرا کر اَسْفَلَ السَّافِلِیْن میں پھینک دیا۔ لاشوں کے انبار۔ کھوپریوں کے ڈھیر۔ مقتولوں کے خون کی روانی۔ سنگ دل انسان کے دل پر ذرہ بھر اثر نہ کر سکی۔ پس اس تباہی کے بعد بھی یہی دیکھا گیا۔ کہ دہریت کی لعنت عام ہو گئی۔ معابد کو گرایا جانے لگا۔ مذہبی کتابوں کو جلایا گیا۔ اور ہر مذہبی انسان سے ٹھٹھا کیا جانے لگا۔ بالشویک تحریک نے اور سوکھی لکڑیوں پر تیل کا اثر کیا۔ کہ ساری دنیا میں مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ جاری ہو گئی۔ سرمایہ دار مزدور کا خون چوس کر موٹا ہونے لگا۔ اور مزدور سرمایہ دار کو قتل کر کے خوشی محسوس کرنے لگا۔ نہضۃ النسائیہ کی تحریک نے دنیا بھر کی عورتوں کو ایک غلط راستے پر ڈال کر گھروں کی راحت کو تباہ و برباد کر دیا۔ تحریک عریانی کی ایک جدید لعنت سن باتھ۔ صحت اور تمدن کے نام سے قائم کر کے انسان کی روحانیت کو تباہ و برباد کیا جانے لگا۔ الغرض اس قسم کی سینکڑوں تحریکیں جنگ کے بعد پیدا ہو گئیں۔ جن کا آخری نتیجہ یہ نکلا۔ کہ انسان کے دل سے خدا کا خوف نکل گیا۔ اور وہ اپنے قیام و بقا کے لیئے دوسروں کی تباہی ڈھونڈنے لگا۔ اور اس غرض کے لیۓ قومیت کی تحریک قائم کی گئی۔ ہر ایک قوم قومیت کے نام پر دوسری قوموں کو مٹا دینے کی فکر کرنے لگی۔ اس قومی تعصب نے رنگ اور جہات کے ساتھ بھی دشمنی شروع کر دی ایک قوم دوسری قوم کو نگل جانے کے لیۓ بائیکاٹ کے ہتھیاروں سے لڑنے لگی۔ اور اب جبکہ یہ ہتھیار بھی بیکار ثابت ہو گئے تو پھر ایک دفعہ آتشین اسلحہ کے ساتھ دنیا میدان جنگ میں اترنے کے لیئے تیار ہو گئی ہے۔ جرمنی نے رائن کے علاقہ پر قبضہ کر کے فرانس کو الٹی میٹم دے دیا ہے۔ روس اور جاپان کی جنگ یقینی ہو گئی۔ اٹلی اور حبشہ کی جنگ پہلے سے ہو رہی ہے۔ چین کی اندرونی قوتیں تباہ و برباد ہو کر طاقتور حکومتوں کے لئے ایک لذیذ دستر خوان بن رہی ہیں۔ مشرقی قوموں کا اضطراب دن بدن بڑھ رہا ہے۔ کہیں شام میں آثار نظر آتے ہیں۔ کہیں مراکش میں شور سنائی دیتا ہے۔ کہیں مدبر حکومتوں کی تھپکیاں شورش پسند ملکوں کو سہلا رہی ہیں۔ جیسے مصر کی حالت ہے۔ الغرض آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کی قوموں میں ایک جنون کا دور دورہ ہے۔ یہ لڑائی پہلی لڑائیوں سے زیادہ خطرناک ہو گی۔ اور اس آگ کے برسنے سے نسل انسانی تباہ ہو جائیگی۔ در اصل اس کی تہ میں ایک ہی چیز کام کر رہی ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ اور مذہب سے دوری ہے۔ اسی لیۓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالےٰ نے یہ کہلوایا کہ

"آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے"

پس وقت ہے کہ لوگ اب بھی عبرت پکڑیں۔ اور آستانۂ الوہیت پر آ گریں۔

خریداران و سرپرستان الحکم بیرون ہند

اپنا اپنا حساب ملاحظہ فرمالیں

میں متعدد نمبروں میں خریداران بیرون ہند کی خدمت میں التماس کرچکا ہوں کہ وہ ازراہ کرم اپنے بقائے صاف کردیں اخبار الحکم سخت مالی مشکلات میں ہے۔ بیرون ہند کے خریداروں سے عام ڈاک کے ذریعے اگر خفیف سے مطالبہ کے لئے خط وکتابت کی جائے تو بہت سی رقم خرچ آتی ہے۔ وی پی وہاں جا نہیں سکتے۔ نیز وی پی سسٹم اگر ہو بھی تو وہ کوئی مفید نہیں ہے۔ اس سے مرسل اور مرسل الیہ دونو کو نقصان رہتا ہے۔ یعنی اگر خریدار وصول کرتے تو اسے زائد خرچ دینا پڑا۔ اور اگر وی پی واپس آگئے تو مالک اخبار کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے بہتر طریق تو یہی ہوتا ہے۔ کہ خریدار وقت پر روپیہ بھیج دیں۔ اس سے بھی آسان ترکیب یہ ہے۔ کہ شہر کے مقامی چندے کے ساتھ چندہ اخبار دفتر محاسب کو بھیجا جائے۔ مگر احباب توجہ نہیں کرتے۔ الحکم کی بیرون ہند کے خریداروں کے ذمہ ایک معقول رقم واجب الادا ہے۔ وہ سب معزز اور تعلیم یافتہ احباب ہیں۔ انکو اپنے فرض کی طرف خود توجہ کرنی چاہیئے۔ میں نے مجمل الفاظ میں اس سے قبل ان کو توجہ دلائی تھی۔ مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

اب میں ان کا نمبر خریداری لکھ کر ان کے ذمہ جو بقایا ہے۔ اسے شائع کر دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ احباب اپنا اپنا حساب دیکھ کر مجھے رقوم ارسال فرما دینگے۔ رقم خواہ بذریعہ محاسب صاحب قادیان ارسال فرمادیں۔ یا بذریعہ منی آرڈر۔ یا بذریعہ پوسٹل آرڈر۔ پوسٹل آرڈر بھیجنے والے دوست کسی بنک کا نام نہ لکھا کریں کیونکہ یہاں کوئی بنک نہیں ہے۔ ہم کو ایسے پوسٹل آرڈر کی وصولی کے لئے بڑی دقت پیش آتی ہے۔ بلکہ صرف پوسٹ آفس قادیان کا نام لکھ دینا چاہیئے۔ مجھے امید ہے۔ کہ احباب پوری توجہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ والسلام۔

(محمود احمد عرفانی)

از جناب حسن رہتاسی

بدزبانوں نے جسے سمجھا زباں تک ملتوی	اور خاموشی پسندوں نے دہاں تک ملتوی
جاگنے والوں نے حرفِ داستاں تک ملتوی	نیند کے ماتوں نے سنگِ آستاں تک ملتوی
جانتے تھے بعض گر آبِ رواں تک ملتوی	مانتے تھے بعض گردِ کارواں تک ملتوی
کچھ سمجھتے تھے اسے وہم گماں تک ملتوی	اور حسن کے ہمزباں حسنِ بیاں تک ملتوی
الغرض سمجھے جسے پیر و جواں تک ملتوی	خیریت اسمیں ہی تھی رہتی جہاں تک ملتوی
ہو چکی تھی جو مشیت میں خزاں تک ملتوی	ملتوی رہتی بھی تو آخر کہاں تک ملتوی

جب زلازل میں نمایاں وجہ مجبوری ہوئی
"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

فہرست بقایاداران بیرون ہند!

نمبر	خریدار نمبر	ملک	چندہ	رقم
(۱)	۳۳۲	عراق	سنہ ۳۶ء	۱۲/ روپے
(۲)	۳۴۱	زنجبار	سنہ ۳۶ و ۳۵ء	[illegible]
(۳)	۳۴۲	افریقہ	سنہ ۳۶ء	[illegible]
(۴)	۳۴۳	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۵)	۳۴۶	آبادان	سنہ ۳۴ء	۱۲/
(۶)	۳۴۷	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	
(۷)	۳۴۸	آسٹریلیا	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۸)	۳۵۰	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۹)	۳۵۱	دارالسلام افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۰)	۳۵۶	״	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	
(۱۱)	۳۵۸	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۲)	۳۵۹	ریاست ہائے متحدہ امریکہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۳)	۳۶۰	یوگنڈا افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۴)	۳۶۲	جاوا	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۵)	۳۶۳	زنجبار	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۶)	۳۶۵	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۷)	۳۶۶	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۸)	۳۶۷	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۱۹)	۳۶۸	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۰)	۳۶۹	ہانگ کانگ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۱)	۳۷۰	بغداد	سنہ ۳۵ء	[illegible]
(۲۲)	۳۷۱	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۳)	۳۷۳	افریقہ	سنہ ۳۵ء	[illegible]
(۲۴)	۳۷۴	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۵)	۳۷۵	یوگنڈا	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۶)	۳۷۸	ایران	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۷)	۳۷۹	عراق	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۸)	۳۸۰	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۲۹)	۳۸۱	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۰)	۳۸۲		سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۱)	۳۸۵	چین	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۲)	۳۸۷	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۳)	۳۹۱	ایران	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۴)	۳۹۲	لنڈن	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۵)	۳۹۳	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۶)	۳۹۴	ایران	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۷)	۳۹۵	آسٹریلیا	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۸)	۴۰۳	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۳۹)	۴۰۶	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۰)	۴۰۷	افریقہ	سنہ ۳۵ء	[illegible]
(۴۱)	۴۱۰	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۲)	۴۱۲	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۳)	۴۱۶	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۴)	۴۱۸	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۵)	۴۱۹	لنڈن	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۶)	۴۲۳	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۷)	۵۵۷	افریقہ	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۴۸)	۵۶۰	آبادان	سنہ ۳۵ء	[illegible]
(۴۹)	۵۶۱	ماریشس	سنہ ۳۵ء	[illegible]
(۵۰)	۶۴۶	آبادان	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
(۵۱)	۶۵۷	آسٹریلیا	سنہ ۳۴ و ۳۵ء	[illegible]
	کل میزان			۵۸۹ — ۲ — ۰

سیرت المہدی کا ایک ورق

شیخ عبدالرشید صاحب بٹالوی کی بقیہ روایات

ابتدائی زمانہ کے ایک مناظرے کے حالات

ایک دفعہ ایک مولوی خدا بخش نامی جو کتب فروش بھی تھا۔ بٹالہ میں آیا اور بڑی لافیں مارنے لگا۔ کہ میں مرزائیوں کو بھگا سکتا ہوں۔ اور یہ کر سکتا ہوں۔ اور وہ کر سکتا ہوں وہ مولوی تیلی دروازے کی مسجد میں ٹھیرا ہوا تھا۔ میں میاں برکت علی صاحب کو ساتھ لیکر اس کے پاس تیلی دروازے کی مسجد میں گیا۔ میاں برکت علی صاحب نے مولوی صاحب سے کہا۔ کہ یہ شخص مرزائی ہو گیا ہے۔ آپ اسکو سمجھائیں۔ مولوی خدا بخش صاحب کہنے لگے۔ کہ میں مناظرہ کرونگا۔ میں نے کہا کہ آپ پہلے شرائط مناظرہ طے کر لیں۔ اس نے کہا۔ کہ بہت اچھا۔ شرائط طے کر لیں۔ چنانچہ شرائط طے کر لی گئیں۔ میں خود مناظرہ تو کر نہیں سکتا تھا۔ شرائط طے کرنے کے وقت بھی میرے ذہن میں مولوی فتح دین صاحب ساکن دھرم کوٹ تھے۔ اور خیال تھا۔ کہ میں ان کو بلا لونگا۔ چنانچہ مبحث **وفات مسیح** اور **صداقت مسیح موعود** علیہ السلام قرار پائے۔

جائے مباحثہ دیوان خانہ قاضی نعمت علی صاحب قرار پایا۔ حفظ امن کی ذمہ واری فریقین پر رکھی گئی۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ تیسرے دن مباحثہ ہوگا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے مولوی خدا بخش صاحب کو سمجھایا۔ کہ تم مناظرہ نہ کرو۔ اس سے بٹالہ میں لوگوں کو ان کے خیالات سننے کا موقع ملے گا۔ اور ان کا اثر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر مولوی خدا بخش نے مولوی محمد حسین کی بات نہ مانی۔ تب میں نے مولوی فتح دین صاحب کے پاس ایک رقعہ بھیجا۔ انہوں نے لکھا۔ کہ میں وقت پر آجاؤنگا۔ جمعہ کے دن چار بجے مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹ سے آگئے۔ اس سے تھوڑی بعد مولوی خدا بخش صاحب کا رقعہ آگیا۔ کہ کل مناظرہ ہے لیکن مجھے ابھی تک اپنے مد مقابل کا علم نہیں دیا گیا۔ مجھے اس کا علم دیا جائے۔ آگے چل کر لکھا کہ یہ یاد رہے۔ کہ میں سوائے مرزا صاحب کے اور کسی سے مناظرہ نہیں کرونگا۔ اور میں نے تو یہی کہا تھا۔ کہ میں مرزا صاحب سے مناظرہ کرونگا۔

اس پر ہم نے لکھا۔ آپ دیدہ و دانستہ جھوٹ بولتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اگر آپ سید نذیر حسین صاحب دہلوی کو بلائیں۔ تو میں حضرت اقدس کی خدمت میں یہاں تشریف لانے کے لئے عرض کرونگا مگر مولوی خدا بخش اس بات پر راضی نہ ہوا۔ اور اس نے مولوی فتح دین صاحب سے مناظرہ منظور نہ کیا۔

ڈاکٹر محمد دین صاحب جو ان ایام میں افریقہ میں ملازم تھے۔ افریقہ سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھ کر مولوی فتح دین صاحب سے کہا۔ کہ آپ میرے مکان پر رات کو وعظ کریں۔ چنانچہ مغرب و عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے وعظ شروع کر دیا۔ اس تقریب پر چند دیگر افراد کو بھی مدعو کیا گیا۔ مخالفین کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے مولوی خدا بخش کو بلا کر بالمقابل وعظ شروع کرا دیا۔ اس نے آوازے کسنے شروع کر دیے۔ شیخ نور احمد صاحب نے توجہ دلائی۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مخالف تیز ہوتے چلے گئے۔ آخر ڈاکٹر صاحب نے پولیس کو رقعہ لکھا۔ وہاں سے صورت حالات دیکھنے کے لئے دو سپاہی آگئے۔ مجھے ڈر پیدا ہوا۔ کہ کہیں میرے والد صاحب مجھ پر نہ ناراض ہو جائیں۔ کہ میں نے پولیس بلوائی ہے۔ میں ان کے آنے سے قبل وہاں سے چلا گیا۔ مگر وہ سپاہی آئے۔ انہوں نے لوگوں کے اشتعال کی حالت دیکھی۔ اور واپس جا کر سب حالات سنائے۔ جس پر تھانیدار صاحب اپنے ساتھ کافی پولیس لیکر موقع پر آگیا اس محلہ کے چوہدری شیخ دین محمد صاحب تھے۔ تھانیدار نے ان کو طلب کیا۔ اور ان سے جو مناسب خیال کیا کہا۔ شیخ صاحب پہلے ہمارے پاس آئے اور ڈاکٹر صاحب سے کہا۔ کہ آپ وعظ بند کرا دیں میں دوسرے وقت جامع مسجد میں آپ کا وعظ کرا دوں گا۔ دوسری طرف تھانیدار صاحب خود گئے۔ اور ان لوگوں کو کہا۔ کہ وعظ بند کرا دیں۔ وہاں میرے والد صاحب بھی تھے۔ انہوں نے دروازہ بند کرا دیا۔ تھانیدار اس پر ناراض ہوا۔ اس لئے میاں برکت علی صاحب نے مجھے کہا۔ کہ عبدالرشید تم گھر نہ جانا۔ ورنہ وہ تم کو ماریں گے۔ مگر میں اپنے گھر گیا۔ اور جس کا نتیجہ ویسے ہی ہوا۔ جیسے میاں برکت علی صاحب نے کہا تھا۔ ہر طرف سے مجھے مار پڑنے لگی۔ اور پیٹا جانے لگا۔

اس طرح سے اس مناظرے کا انجام ہوا۔ میں اس کے بعد قادیان آیا۔ یہاں پر میں نے حضرت اقدس کے حضور تمام کیفیت عرض کی۔ حضور اس کیفیت کو سنکر مولویوں کی حالت پر بہت ہنسے۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ **جاؤ جاکر اپنے گھر والوں سے صفائی کرو۔** مگر مجھے کوئی گھر میں داخل ہی نہیں ہونے دیتا تھا

ایک اور مولوی کی زیارت

میرے والد صاحب کو میرے احمدی ہو جانے کا بہت رنج اور قلق تھا۔ وہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے۔ کہ کسی نہ کسی طرح مجھے احمدیت سے پھیر لیں۔ چنانچہ ایک اور واقعہ یہ ہوا۔

ایک مولوی فضل حق صاحب ایبٹ آبادی تھے۔ میں نے ان کی ذلت کا ایک نظارہ لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے ایک جلسے میں دیکھا تھا۔ وہ جلسہ میں آئے۔ ان کا نام پروگرام میں نہ تھا۔ مگر وہ تقریر کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تقریر میں بالکل فضول باتیں کرنے لگے۔ لوگوں نے ان کی ذلت کے لئے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ سکرٹری صاحب نے ان کو سختی سے بٹھایا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے بعد وہی مولوی فضل حق صاحب محمد یوسف صاحب تعلقہ دار کو اور چند مولویوں کو لیکر ہمارے مکان پر آگئے۔ مجھے ان لوگوں کی آمد کا علم نہیں تھا۔ میرے چچا کا نسبتی بھائی شیخ رحمت اللہ آیا۔ اور مجھے بلا کر لے گیا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ وہی مولوی فضل حق صاحب بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھکر میرے والد صاحب مجھے ڈانٹنے لگے۔ مولوی صاحب نے بہت کچھ شعبدہ بازی کی باتیں کیں۔ اور ایک بات یہ بھی کہی۔ کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا سکتا ہوں۔ میں نے اسے کہا۔ کہ اس شعبدہ بازی کا فائدہ نہیں۔ تم مجھے سمجھاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراؤ۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تمہارا کل ایک نشان دیکھا تھا۔ وہی بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اسکی ذلت کو کھول کر بیان کیا۔ اس پر والد صاحب اور بھی ناراض ہو گئے۔ میں خاموش ہو گیا پھر قادیان آکر حضرت اقدس کو تمام حالات سنائے۔ اس موقع پر میں نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔ جس کا ایک مصرعہ یہ تھا۔

"اے بے حیاؤ کچھ تمہیں خوف خدا نہیں۔"

حضرت اقدس سنکر مسکرانے لگے اور مجھے بہت سی نصائح فرمائیں۔

حضور میرے والد صاحب کی شدید سختی سنکر بھی مجھے والدین کی اطاعت کی ہمیشہ ہدایت فرماتے۔

درخواست دعا

تقریباً چھ سات ماہ سے میری صحت خراب ہے الحکم سے محبت رکھنے والے دوست میرے لئے دعا فرماتے رہیں۔ (محمود احمد عرفانی)

والد صاحب کی بیماری

احمدیت کی وجہ سے مجھے میرے والد صاحب نے گھر سے نکال رکھا تھا۔ اور وہ مجھ سے سخت ناراض تھے حضرت اقدس کو جب بھی معلوم ہوتا۔ باوجود اس کے کہ حضور جانتے تھے۔ کہ میرے والد صاحب سلسلہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ مگر حضور ہمیشہ مجھے تلقین فرماتے۔ کہ تم

ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اور ان کی اطاعت کرو۔ اور ان کی خدمت کرو۔

میرے دل پر اس بات کا بڑا اثر تھا۔ اور میں چاہتا تھا۔ کہ ان کی خدمت کروں۔ مگر مجھے گھر میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دن ایک شخص نے مجھے آکر کہا کہ تمہارے والد صاحب بیمار ہیں۔ تم ان کی خبر کے لئے جاؤ۔ میں نے کہا۔ کہ مجھے گھر میں کوئی گھسنے نہیں دیتا۔ آخر میں نے اس شخص کو آمادہ کیا۔ کہ وہ میرے ساتھ گھر تک چلے۔ اس شخص کا نام میاں رحیم بخش تھا۔ والد صاحب نے جب مجھے گھر میں دیکھا۔ تو وہ مجھ پر ناراض ہونے لگے۔ عورتیں بھی خفا ہونے لگیں۔ مگر میں نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ اور خدمت کرنے لگ گیا۔ میں نے ان کی اس بیماری میں اس قدر خدمت کی۔ کہ خود والد صاحب نے بھی اعتراف کیا۔ بہت سے ڈاکٹر اور طبیب بلوائے گئے۔ اور ان کا علاج کیا گیا۔ مگر ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن انہوں نے میرے بھائی صاحب سے کہا۔ کہ عبدالرشید کو کہو۔ کہ وہ کسی طرح مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو لے آئے۔ والد صاحب نے منشی سے چٹھی لکھوائی۔ اور مجھے یکے پر سوار کرا کے بھیج دیا۔ حضرت اقدس کو اس دن سر درد کا دورہ تھا۔ جب مجھے حضور کی علالت طبع کا پتہ لگا۔ تو میں مایوس ہو گیا۔ مگر میں نے جرأت کر کے اطلاع کرائی۔ حضور کے اخلاق کے قربان جاؤں اسی حالت میں مجھے اوپر بلا لیا۔ مجھے دیکھ کر حسب معمول مسکرانے لگے۔ اور حالات دریافت فرمانے لگے۔ میں نے والد صاحب کی بیماری کا ذکر کر کے حضرت مولوی صاحب کے بھجوانے کے لئے عرض کی۔ تو فرمایا

ہم کو بھیجنے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن اگر معاملہ دگرگوں ہو گیا تو کام خراب ہو جائیگا۔

مجھے اس جواب سے بدظنی سی پیدا ہو گئی۔ اور مجھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ غالباً اپنی علالت کی وجہ سے مولوی صاحب کو بھیجنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ میں حضور کی خدمت سے چلا آیا۔ اور حضرت مولوی صاحب سے آکر ملا۔ ان سے اپنے والد کی بیماری کا ذکر کیا۔ تو حضرت مولوی صاحب میرے ساتھ بٹالہ جانے اور اپنے والد صاحب کے لئے نسخہ تجویز کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت اقدس کی خدمت میں اجازت کے لئے رقعہ بھی لکھ دیا۔ حضرت نے وہی الفاظ جو مجھے فرمائے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کو لکھ دئے۔ حضرت مولوی صاحب اس جواب کو سنکر بہت حیران ہوئے اور مجھے فرمایا۔ کہ میں تو اب نہیں جا سکتا۔ مگر میرے پاس عبداللہ عرب ہے۔ وہ میرے تجارب سے واقف بھی ہے۔ آپ اس کو لے جائیں۔ چنانچہ میں حضرت مولوی صاحب کے کہنے پر عبداللہ عرب کو لے گیا۔ عرب صاحب نے میرے والد صاحب کے لئے جب نسخہ لکھنا شروع کیا۔ تو میرے والد صاحب نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس کے بعد تین چار دن کے بعد وہ فوت ہو گئے۔

اس وقت مجھے اپنی بدظنی پر سخت ندامت ہوئی۔ اور مجھے سمجھ آگیا۔ کہ حضور نے کیوں حضرت مولوی صاحب کو بھیجنے سے انکار کیا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مولوی صاحب کو جب اس امر کا علم ہوا۔ تو ان کو عبداللہ عرب کے بھیجنے کا بھی بہت افسوس ہوا۔

دراصل اگر مولوی صاحب وہاں جاتے اور پھر ان کے علاج کے بعد وہ فوت ہو جاتے تو اندیشہ تھا۔ کہ یہ بدگمانی کی جاتی۔ کہ مولوی صاحب نے دوائی میں کہیں زہر نہ دے دیا ہو۔ اس واقعہ سے میرے دل پر اور بھی بہت بڑا اثر ہوا۔ اور میرا سلسلہ سے بہت گہرا تعلق ہوا۔ اس تعلق سے خدا تعالےٰ نے مجھ پر بہت بڑے فضل کئے۔ اگرچہ دشمنوں نے میرے خلاف بڑے بڑے منصوبے کئے مگر میں ان کے شر سے محفوظ رہا۔

حضور کی دعا کا حیرت انگیز اثر

میرے ایک پھوپھی زاد بھائی میاں محمد شریف صاحب ان کے اولاد نہیں تھی۔ اور مالی حالت بھی کچھ کمزور تھی۔ ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس بٹالہ میں تشریف لے گئے تھے۔ میں نے ان کے متعلق دعا کے لئے عرض کیا۔ حضور نے میری درخواست پر ان کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ ان کے کافی بچے ہوئے۔ مال و دولت کے لحاظ سے ۵ سو لاکھ روپیہ انہیں تجارت میں نفع ہوا۔ تجارت کیلئے بھی حضرت اقدس نے ہی اسے کہا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ تجارت میں لغزشیں ہونگی۔ مگر نتیجہ اچھا ہوگا۔

یہ سب نفع وغیرہ ہونے کے بعد بھی انہوں نے مخالفت کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس قدر روپیہ پیدا کرنے کے بعد حالات بالکل بدل گئے۔

انی مھین من اراد اھانتک

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سلسلہ کے بڑے دشمن تھے۔ وہ اول المکفرین تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بلند کیا ہے۔ اور میں ہی انکو گراؤنگا۔ یہ خیال اسے اس لئے پیدا ہوا کہ اس نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے بڑی تعریف لکھی تھی۔ جب حضور کا ذکر پھیلنے لگا۔ تو اسے خیال ہوا۔ کہ شاید میری وجہ سے حضور کی شہرت ہو رہی ہے۔ اس کے دل میں فکر پیدا ہوا۔ اس لئے اس نے کہا۔ کہ میں انکو گراؤں گا۔

اللہ تعالےٰ نے تب اپنی وحی کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتلایا کہ:-

انی معین من اراد اعانتک
انی مھین من اراد اھانتک

یعنی جو تیری مدد کریگا۔ میں اسکی مدد کرونگا۔ اور جو تیری اہانت کرنی چاہیگا۔ میں اسکی اہانت کرونگا۔

مولوی محمد حسین ہمارے شہر کا بلند پایہ عالم تھا۔ اسکی بڑی قدر و منزلت تھی۔ مگر اس الہام آلہی کے بعد ہم نے اسکی گراوٹ کے بڑے بڑے نظارے دیکھے۔ ان میں سے ایک وہ واقعہ ہے۔ جو اگرچہ بہت دفعہ بیان ہو چکا ہے۔ یعنی جب وہ ایک مقدمہ میں حضرت اقدس کے خلاف شہادت دینے کے لئے گئے۔ تو اس نے اندر جا کر خلاف توقع حضور کو کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ تو حسد اور بغض کی وجہ سے جل اٹھا۔ اور عدالت سے کرسی کا مطالبہ کیا۔ جو نہ صرف رد کیا گیا۔ بلکہ اسے عدالت سے باہر نکال دیا گیا۔

میں اس واقعہ کے وقت عدالت کے اندر نہیں تھا مگر باہر میں نے یہ دیکھا۔ کہ وہ باہر آکر وہ ایک وکیل کی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے جو سرکاری ملازم تھا۔ اس نے مولوی صاحب کو غصے سے اس کرسی سے اٹھا دیا۔ اور کہا تمہارا اس کرسی پر بیٹھنے کا کیا حق ہے۔ اس کے بعد ایک شخص کی چادر پر مولوی صاحب بیٹھ گئے۔ چادر والے شخص نے اپنی چادر نیچے سے نکال لی۔ اور اس طرح ذلت پر ذلت ہوئی۔ بعض لوگ کہتے تھے۔ کہ یہ عیسائیوں کا گواہ ہے۔ اور بعض کہتے تھے۔ کہ گواہ نہیں۔ گولا ہے۔ پھر ہم نے دیکھا۔ کہ مولوی محمد حسین کی اولاد کی حالت بہت خراب ہوئی۔ وہ سب مولوی محمد حسین کو گالیاں اور برا بھلا کہا کرتی تھی۔

ایک اور واقعہ

مولوی محمد حسین صاحب کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ مقروض ہو گئے۔ میرے والد صاحب کا بھی پانسو روپیہ دینا تھا۔ میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میں نے ان سے وہ روپیہ مانگا۔ تو پہلے ٹال مٹول کرنے لگے۔ پھر کہنے لگے۔ کہ میں نے اشاعت السنہ کا دو سو روپیہ لینا ہے۔ بہت سی بحث کے بعد ایک سو روپیہ کاٹ لیا۔ پھر کہنے لگے۔ کہ میں تم کو صرف تمہارا حصہ دونگا۔ تمہارے بھائیوں کا حصہ نہیں دونگا۔ میں نے تو اپنا حصہ لے لیا۔ اور میرے بھائیوں سے اس نے روپیہ معاف کرا لیا۔

الغرض

اس الہام کے بعد مولوی صاحب کی حالت دن بدن خراب ہوتی چلی گئی۔ بعض وقت وہ ایسی بات بھی کر لیتے جو انکے مقام کے لحاظ سے گری ہوئی ہوتی۔ مثال کے طور پر ایک بات سناتا ہوں اس زمانہ میں گوشت کا بھاؤ ڈھائی آنے سیر تھا۔ مولوی صاحب اس خیال سے کہ اچھا گوشت ملے میرے والد صاحب کے ذریعے گوشت منگواتے تھے۔ تین پاؤ گوشت خریدتے تھے۔

مولوی صاحب دو آنے بھیجتے اور کہلا بھیجتے۔ کہ ½ 7 پیسے دیکر دھیلا جمع رکھنا۔ تاکہ دوسرے وقت کام آئے اور والد صاحب نے کہا۔ کہ مولوی صاحب میں دھیلوں کا حساب نہیں رکھ سکتا۔ آپ سات پیسے بھیج دیا کریں۔ والد صاحب انکی یہ خدمت ایک عالم دین ہونے کی وجہ سے کرتے تھے۔ ایک دن گوشت ہڈی والا تھا۔ ہنڈیا پک گئی۔ مگر مولوی صاحب نے وہ ہنڈیا اٹھوا کر میرے والد صاحب کے پاس بھیج دی۔ کہ آپ نے آج ہڈیاں ہی خرید کر بھیج دیں۔ میرے والد صاحب کو یہ حالت دیکھکر بہت افسوس ہوا۔ مولوی صاحب کو چار آنے بھیج دئے۔ اور کہلوا دیا۔ کہ آئندہ کسی اور ذریعے سے انتظام کریں۔ یہ ایک خفیف سا نقشہ ہے۔ جو اتنے بڑے انسان کی حالت اس پیشگوئی کے بعد ہوا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

میں کیونکر احمدی ہوا

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی قلم سے

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی زندگی کے کچھ واقعات اخبار پیغام صلح میں انکی اپنی قلم سے لکھے ہوئے شائع ہوئے ہیں۔ یہ واقعات ابتدائی زمانے کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی بہت سے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ اس لئے میں قارئین سیرت کی دلچسپی کیلئے انکو بھی شائع کرنا پسند کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

حضرت مولانا نورالدینؓ سے پہلی ملاقات

میری عمر تقریباً ۱۸۔۱۹ سال کی تھی۔ یعنی ۱۸۹۲ء میں جب میں میڈیکل کالج کی سیکنڈ ایر کلاس میں پڑھتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لائے۔ (ڈاکٹر) عبدالحکیم خاں (مرحوم) نے جو اس وقت تیسرے سال میں پڑھتے تھے۔ مجھے اطلاع دی۔ میں ان کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ "محبوب رایوں" کے مکان واقع ہیرامنڈی میں مقیم تھے۔ مکان کا بڑا پھاٹک تھا۔ جو بند تھا۔ آمدورفت کے لئے کھڑکی کھلی رہتی تھی۔ اس کے راستہ سے اندر داخل ہوا۔ تو صحن میں چند اشخاص دیکھے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے میرا تعارف کرایا گیا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح سے ملاقات میں لطف نہیں آتا۔ آپ نے محبت سے مجھے بغلگیر کیا۔ جس سے مجھے ایک قسم کا سرور حاصل ہوا۔ میرا سینہ سرد ہو گیا۔ اور ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا ایک بجلی کی رو سے میرے اندر داخل ہو کر خاص قسم کی طمانیت اور لذت اور سرور سے میرا سینہ بھر دیا۔ یہ وہ کیفیت تھی کہ اس سے پہلے میں اس سے آشنا نہ تھا۔

ایک عجیب واقعہ

پھر ہم جب بیٹھک میں گئے۔ تو حضرت مرزا صاحب کو وہاں بیٹھا ہوا پایا آپ نہایت کشادہ پیشانی سے لوگوں کے ساتھ بے تکلف ہو کر بات چیت کر رہے تھے۔ لوگ سوالات کرتے تھے۔ اور آپ جواب دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک شخص وارد ہوا۔ اس نے حضرت صاحب کو ان کے منہ پر بہت سی بے نقط گالیاں دینی شروع کیں۔ حضرت صاحب سر نیچا کر کے اسکی گالیاں سنتے رہے۔ جب وہ گالیاں دیتے دیتے تھک گیا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ "بھائی کچھ اور کہہ لے"۔ اس سے وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور حضرت صاحب سے معافی مانگنے لگا۔ اور کہا مجھے معاف کریں۔ میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا۔ اتفاق سے سامعین میں ایک تعلیم یافتہ ہندو بھی تھا۔ اس نے کہا۔ کہ حضرت مسیح کی تحمل اور بردباری کا قصہ تو کتابوں میں پڑھا ہے۔ مگر اس رنگ میں رنگین کوئی شخص دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ مرزا صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ ان کو اس رنگ میں رنگین پایا ہے اس نے یہ بھی کہا۔ کہ یہ شخص کامیاب ہو جائیگا۔

بیعت

حضرت صاحب کی شکل دیکھکر اور ان کا رویہ دیکھ کر میرے دل میں پورا یقین ہو گیا۔ کہ یہ شخص صادق ہے جھوٹا نہیں۔ مسئلہ مسائل کی گو ہم کو اس وقت واقفیت نہ تھی۔ اور نہ ہی ان کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب غالباً مغرب کا وقت قریب ہونے کی وجہ سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔ عبدالحکیم خاں صاحب نے مجھے کہا۔ کہ چلو گھر چلیں۔ میں نے کہا کہ نہیں میں تو بیعت کر کے جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صاحب کو حافظ علی (مرحوم) ملازم کی معرفت اطلاع کی۔ حضرت صاحب نے ہم کو بالاخانہ پر بلا لیا۔ اور مجھ سے بیعت لی۔ اس زمانہ میں پوری دس شرائط بیعت کا اعادہ کرا کر آپ بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ مجھ سے بھی اس طریق پر بیعت لی۔

مرزا ایوب بیگ مرحوم

اگلے روز میرے چھوٹے بھائی مرزا ایوب بیگ (مرحوم) بھی اتفاق سے حضرت صاحب کے ہاں جا پہنچے۔ انہوں نے بھی اپنی ملاقات پر حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ جس سے حضرت صاحب بہت خوش ہوئے۔ مگر اس زمانہ میں مخالفت کی وجہ سے عوام پر بیعت کا اظہار نہ کیا جاتا تھا۔ اس لئے یکایک نہ میری بیعت کا انکو علم ہوا۔ اور نہ ہی ان کی بیعت کا مجھے علم ہوا۔ بعد میں یہ حقیقت کھل گئی۔

بیعت کے تاثرات

بیعت کے بعد ہم دونوں میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوئی۔ یعنی اس سے قبل صوم و صلوٰۃ و دیگر شرعی احکام کی ہم کو آگاہی نہ تھی۔ اور عام نوجوانوں کی طرح شعائر اسلامی کی کوئی خاص اہمیت ہمارے دل میں نہ تھی۔ مگر بیعت کے بعد پنجوقتہ نماز بلکہ تہجد پر بھی ہم قائم ہو گئے۔ اور نماز میں خاص رقت و دل سوزی پیدا ہو گئی۔ اور سچی خوابیں آنی شروع ہو گئیں۔ جو کہ ایک بالکل نئی اور دلکش کیفیت اپنے اندر رکھتی تھیں۔ اس وقت تک میں نے قرآن مجید سوائے ایک آدھ سیپارہ کے نہ پڑھا تھا۔ میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ حضرت مولانا رحیم اللہ صاحب ہماری جماعت کے ایک صوفی منش انسان تھے۔ اور ہم سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ تالاب کے نزدیک سکھوں کی گلی میں امام مسجد تھے (جہاں مرزا خدا بخش صاحب کا مکان ہے) وہ ہر روز مجھ کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے ہمارے مکان واقع انارکلی میں تشریف لاتے۔ اور قرآن مجید پڑھاتے۔ چنانچہ میں نے سیکنڈ ایر کلاس میں تمام قرآن مجید ختم کر لیا۔

حضرت قبلہ گاہی والد صاحب مرحوم

میرے والد صاحب مرحوم مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور ضلع گورداسپور نہایت ہی خدا پرست اور صوفی منش انسان تھے۔ آپ محکمہ نہر میں ضلعدار تھے۔ جن ایام میں ہم نے بیعت کی۔ آپ کوٹ ادّو ضلع ملتان میں تشریف رکھتے تھے۔ ہماری دینی بے رغبتی کو دیکھکر انہوں نے بعد میں ہم سے فرمایا۔ کہ ان کا خیال تھا۔ کہ اعلیٰ تعلیم دینے کے بجائے اگر وہ صرف دینیات کی تعلیم دیتے اور ہم دیندار ہو جاتے تو اس کو وہ زیادہ پسند کرتے۔ مگر حضرت صاحب کی بیعت کے بعد ہم دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے ہمارا رنگ بالکل بدلا ہوا دیکھا۔ ہم باوقت نماز پنجگانہ ادا کرتے اور نمازوں میں روتے۔ اور بہت خشوع سے دعائیں کرتے اور نماز تہجد ادا کرتے۔ قرآن شریف باقاعدہ پڑھتے۔ اس حالت کو دیکھ کر ان کو سخت تعجب ہوا۔ کہ یہ تبدیلی کس طرح پیدا ہوئی۔ ہم نے ابھی ان پر اپنی بیعت کا اظہار نہ کیا تھا۔ بیعت کے قریباً ایک سال بعد مجھے قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر حضرت مسیح موعودؑ مولنا عبدالکریم و دیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔ وہاں پر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ حضرت قبلہ والد صاحب کو بھی سلسلہ میں شمولیت کی دعوت دوں۔ چنانچہ قادیان ہی سے میں نے ان کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ جو کہ ۱۷ صفحات پر مشتمل تھا۔ والد صاحب قبلہ کے کرم اور مہربانی کے عوض میں بھی ان کے ساتھ یہ نیکی کرنا چاہتا تھا۔ کہ ان کو حضرت مسیح موعودؑ کی بشارت پہنچائی جائے۔ اور سلسلہ میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے۔ میں نے خط حضرت مسیح موعودؑ کی

مجلس میں سنایا۔ حضرت اقدس نہایت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کاش ہمارے لڑکے بھی ایسے ہوتے (یہ اولاد موعودہ سے قبل کا واقعہ ہے۔ ایڈیٹر) حضرت قبلہ والد صاحب خود ایک دفعہ تارک الدنیا ہو گئے تھے۔ اور حضرت امام علی شاہ صاحب سجادہ نشین رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور کی خدمت میں دو تین سال نہایت سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کر چکے تھے۔ اور دادا صاحب مرحوم کی وفات پر گھر واپس تشریف لائے تھے۔ ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں بھی ان کی طرح پڑھائی چھوڑ چھاڑ کر فقیری کا جامہ نہ پہن لوں۔ انہوں نے مجھ کو نصیحت کی کہ اس میں جلد بازی نہ کی جائے۔ اور جب وہ خود تشریف لائیں گے تو حضرت مرزا صاحب سے مل کر مجھے ان کے متعلق سمجھائیں گے قبلہ والد صاحب چونکہ مدت تک تصوف کے جامہ میں رہے تھے ان کو صوفیائے کرام کی شناخت تھی۔ انکو صوفیا سے ایک قسم کی خوشبو آتی تھی۔ جس سے وہ ان کا مقام پہچان سکتے تھے۔

میں نے ان کے اس خط کے جواب میں ان کو اسی صفحے کا خط لکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق مزید امور واضح کئے اور یہ لکھا۔ کہ میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں۔ میں اپنی پڑھائی میں پہلے سے زیادہ کوشاں ہوں۔ میرا حافظہ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اب پوری توجہ کے ساتھ کتابیں پڑھتا ہوں۔ جس مضمون کو اب میں ایک بار دیکھ لوں۔ مجھے ازبر ہو جاتا ہے۔ لڑکے جو وقت اپنا کھیل کود اور گپ بازی میں صرف کرتے ہیں۔ وہی وقت میں نماز اور قرآن مجید کے مطالعہ میں صرف کرتا ہوں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ میں انٹرنس پاس تھا۔ اور میرے ساتھ کئی طالب علم ایف۔ اے اور بی۔ اے پاس تھے۔ لیکن میں بیعت کے بعد ہمیشہ اوّل نمبر پر پاس ہوتا رہا۔ پہلے سال میرا وظیفہ نہ تھا۔ مگر آخر کے چار سال حضرت صاحب کے تعلق کی وجہ اور برکت سے مجھے وظیفہ ملتا رہا۔ اور آخر میں مجھے ہاؤس سرجن کیا گیا۔ یہ عہدہ جماعت کے بہترین لڑکے کو دیا جاتا تھا۔

عبداللہ آتھم کا مباحثہ

جن دنوں امرتسر میں حضرت اقدس کا عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہو رہا تھا۔ قبلہ والد صاحب انہیں دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے امرتسر میں تشریف لائے۔ میں اور ایوب بیگ مرحوم بھی مباحثہ میں اکثر شامل ہوتے تھے۔ حضرت صاحب سے پہلی ملاقات میں ہی انہیں حضرت اقدس کے تقدس اور بزرگی کا یقین ہو گیا۔ اور انہوں نے فرمایا۔ مجھے ان سے اس قدر خوشبو آتی ہے۔ گویا ان کا تمام جسم عطر سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے والد صاحب کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ جو دھبی ان کے ساتھ تجدید بیعت کی۔

مخالفت

جس زمانہ میں ہم نے بیعت کی۔ مخالفت بہت زوروں پر تھی۔ جدھر ہم لوگ جاتے تھے۔ اکثر لوگ اشارے کرتے تھے۔ اور باہم بیہودہ گوئی کرتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت اقدس کے قیام لاہور کا ایک واقعہ درج ذیل کرتا ہوں۔ لوگوں کی مخالفت کے خیال سے ہی جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ حضرت اقدس لاہور میں قیام گاہ کا بڑا پھاٹک بند رکھتے۔ اور کھڑکی سے آمدورفت ہوتی تھی۔ انہی دنوں ایک دیوانہ شخص پھرتا تھا۔ وہ بھی مہدی ہونے کا دعویدار تھا۔ حضرت صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے۔ کہ وہ سامنے آگیا۔ اس نے حضرت صاحب کو دھکا دیا۔ جس سے آپ کا عمامہ نیچے گر گیا۔ سید خصیلت علی شاہ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس اور سید امیر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس آپ کے ساتھ تھے۔ یہ دونوں بڑے کڑیل جوان تھے۔ اور بھی جماعت کے بہت سے احباب آپ کے ساتھ تھے۔ انشاہ دو بزرگوں نے اسکو پکڑ لیا۔ اور مارنا چاہتے تھے۔ کہ حضرت صاحب نے چھڑا دیا۔ فرمایا۔ اسکو کچھ نہ کہو۔ مسکین ہے۔ اس سفر میں حضرت صاحب دہلی ہی سے

تشریف لائے تھے۔ اور وہاں کی مخالفت اظہر من الشمس ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت

حضرت مسیح موعودؑ بہت کشادہ پیشانی تھے۔ اور آپ کا چہرہ چمکتا تھا۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔ گویا ابھی غسل کرکے نکل رہے ہیں۔ داڑھی اور سر کے بالوں میں مہندی خضاب کیا کرتے تھے۔ سر کے بال بالکل ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گفتگو ہمیشہ نہایت جوش سے کیا کرتے تھے۔ اور سامعین پر اس کا ایک خاص اثر ہوتا تھا۔ آپ کے ہر لفظ سے اور آپ کے بشرے سے صداقت ٹپکتی تھی۔ جو شخص آپ کو ایک بار دیکھ لیتا تھا۔ وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ بشرطیکہ اس کے اندر خود سعادت کا مادہ موجود ہو۔ دور دراز کے ممالک سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے اکثر تشریف لاتے تھے آپ کی زندگی کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ کہ ایک عیسائی سیاح لاہور میں وارد ہوا۔ جو حضرت مسیح کی زندگی کے حالات پر بذریعہ بائیسکوپ لیکچر دیتا تھا۔ مفتی محمد صادق صاحب اس کو حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے لے آئے۔ اس کو جب معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت صاحب سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس پر آپ کی شخصیت کا خاص اثر ہوا۔ اس نے کہا۔ میں تمام دنیا میں پھرا ہوں۔ مگر میں نے اس قسم کی شخصیت کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ چنانچہ حضرت صاحب کی ملاقات کے بعد اس نے مختلف مقامات پر کئی لیکچر دیئے۔ اور اگرچہ وہ پہلے مسیح کو خدا اور خدا کے بیٹے کی حیثیت میں پیش کرتا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے ان کو ایک عظیم الشان انسان اور مصلح کی حیثیت میں پیش کیا۔

مولوی عبدالکریم صاحب

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی قرآن خوانی کا حال تو اکثر احباب کو معلوم ہوگا۔ وہ اعلیٰ درجہ کے مقرر اور مضمون نویس تھے جس زمانہ میں پہلی مرتبہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مہمانوں کی تعداد بہت کم ہوا کرتی تھی۔ مولوی عبدالکریم صاحب سر سید احمد خاں صاحب کے ہم عقیدہ تھے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت صاحب کا تقریباً تمام وقت ان کے ساتھ بحث میں گزرتا تھا۔ یعنی نماز فجر سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک غرضیکہ تمام دن کھانے اور نماز کے اوقات کو چھوڑ کر ان کے ساتھ بحث مباحثہ میں بسر ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل حضرت صاحب کے ہمخیال ہو گئے۔ اور نیچریت کے بجائے وحدانیت نے ان کے دل میں جگہ کر لی۔ مولوی صاحب مرحوم میرے اور عزیزی ایوب بیگ مرحوم کے ساتھ خاص محبت رکھتے تھے۔ جب میں پہلی مرتبہ قادیان گیا۔ تو میں نے خواب دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے اور مولانا صاحب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ چنانچہ میں نے خواب حضرت صاحب کے سامنے بیان کیا۔ تو انہوں نے ہم دونوں کو کہا۔ کہ آج سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ چنانچہ وفات تک ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ خصوصیت سے تعلق قائم رکھا۔ چنانچہ ان کے مرض الموت میں میں تقریباً تین ماہ کی رخصت پر قادیان میں تھا۔ اسی اثنا میں وہ بیمار ہو گئے۔ جس میں ان کا انتقال ہوا۔ اور مجھے تقریباً ڈیڑھ ماہ ان کی خدمت کا موقعہ ملا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی نور الدینؓ

جب میں نے اور عزیزی ایوب بیگ نے بیعت کی۔ تو ہم دونوں جماعت میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور جملہ اکابر ہمارے ساتھ خصوصیت سے محبت کرتے تھے کیونکہ ایک دن کی اگر کالج سے رخصت ہوتی۔ تو وہ تمام دن قادیان میں ہم گزارتے۔ عموماً رات کی گاڑی سے ہم جاتے اور راتوں رات بٹالہ سے قادیان پہنچے۔ اور اگلے دن شام کی گاڑی میں واپس لاہور ہوتے۔ بعض اوقات پچھلی رات ہمیں واپسی کی گاڑی ملتی۔ ایسے ہی حضرت مولانا نور الدین صاحب جب جموں سے لاہور تشریف لاتے۔ تو ہم تقریباً تمام فرصت کا وقت ان کی صحبت میں گزارتے۔ یعنی صبح کی اذان کے وقت ہم ان کی قیام گاہ پر پہنچتے۔ بعض اوقات وہ سوئے ہوئے ہوتے تھے اور ہم ان کے ساتھ جا کر لیٹ جاتے تھے۔ وہ ہم کو دعا اور الحمد شریف کے معنے سمجھاتے۔ پھر ہم ان کے ساتھ نماز ادا کرتے اور کالج کے وقت تک ان کے پاس بیٹھتے۔ کالج سے فارغ ہو کر پھر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ جب وہ سوتے تو ہم اپنے مکان کو چلے جاتے۔ حضرت مولانا صاحب کو ہمارے ساتھ خاص محبت ہو گئی۔ اگرچہ ان کے بہت سے دوست شہر میں تھے۔ اور پہلے ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ مگر بعض اوقات ہمارے مکان پر ٹھہرتے۔ اور کبھی صرف چند گھنٹوں کو لاہور آتے تو ہمیں کالج میں جا کر ملتے۔ اس خلوص و محبت کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہم کو بیٹا کہہ کر خطاب کرتے۔ ایام خلافت میں بھی وہ مجھ کو کبھی بیٹا اور کبھی بھائی کر کے خطاب کرتے تھے۔ ان کے بعض خطوط ہیں۔ انشاء اللہ ہدیۂ ناظرین کروں گا حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ ہم کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے اور سلوک کرتے۔ چنانچہ جب میں نے ڈاکٹری کا امتحان دیا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا۔ کہ تم پاس ہو گئے۔ اس کی تشریح حضرت اقدس نے حقیقت الوحی میں یوں فرمائی۔ کہ میں نے یعقوب بیگ کے لئے دعا کی تھی۔ چونکہ مجھ میں اور اس میں یگانگت ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے مجھے مخاطب کیا۔ مگر مراد اس سے یعقوب بیگ کی تھی۔ حضرت اقدس مجھے اپنی بیماری کے علاج کے لئے یا حضرت ام المومنین و دیگر اہل بیت کے علاج کے لئے اکثر لاہور سے بلا لیتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد ہے۔ کہ حضرت ام المومنین کی بیماری کے لئے مجھے بلایا۔ جب میں ان کو دیکھ کر نیچے مکان کی سیڑھیوں سے اترنے لگا تو مجھے فرمایا۔ کہ آپ ان کے لئے دعا بھی کریں۔ پھر فرمایا۔ بھائی کی بھائی کے حق میں دعا قبول ہوتی ہے۔ میں حضرت صاحب کے مرض الموت کے ایام میں گمٹی بازار لاہور میں رہتا تھا۔ رات کے دو بجے خاص طور پر مجھے وہاں سے بلایا۔ جب میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ دوا بھی کریں اور دعا بھی کریں۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ حقیقت میں دعا تو آسمان پر ہے۔

اس زمانہ کا قادیان

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں قادیان اپنے اندر ایک خصوصیت اور کشش رکھتا تھا۔ یعنی اس جگہ سوائے قال اللہ و قال الرسول کے کوئی ذکر اور فکر نہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اکثر وقت خدمت دین اور کتابیں لکھنے میں صرف ہوتا تھا صبح کی نماز کے بعد اکثر سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ جو مہمان وہاں موجود ہوتے آپ کے ساتھ سیر کے لئے باہر جاتے۔ تمام راستے لوگ سوالات کرتے اور آپ جواب دیتے تھے۔ ڈائری نویس آپ کے ملفوظات لکھتے جاتے۔ بایں ہمہ سب سے تیز رفتار تھے۔ اور تمام جماعت میں آگے چلتے تھے۔ جوتا اکثر موٹا اور بھاری ہوتا تھا یعنی جیسا ملا پہن لیا۔ ایڑی اکثر بیٹھی ہوئی ہوتی تھی۔ بعض اوقات سلیپر میں آپ کے پاؤں پر دوسرے لوگوں کا پاؤں پڑ جاتا تھا۔ مگر مڑ کر پیچھے نہیں دیکھتے تھے۔ ظہر کی نماز سے عصر تک باہر مسجد میں بیٹھتے تھے۔ اور تمام وقت مختلف مسائل دینی پر گفتگو میں گزرتا تھا۔ ایسے ہی مغرب اور عشاء کے درمیان آپ مسجد میں بیٹھتے۔ اور اس وقت بھی اکثر سائلین کے جوابات دیتے اور دینی مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔

حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ تقریباً تمام وقت گھر سے باہر مطب میں گزارتے تھے۔ صبح و شام مریض آتے تھے۔ جنکو مشورہ دیتے تھے۔ باقی تمام وقت قرآن و حدیث، فقہ و منطق وغیرہ علوم کے درس و تدریس میں گزرتا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں آپ ایک رکوع قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ جس میں تمام جماعت کے احباب اور سکول کے طالب علم اور مہمان شامل ہوتے تھے۔ ایسے دیگر اکابرین کی صحبت میں دین ہی کا چرچہ ہوتا تھا۔

ہم اس زمانے میں یہ کہا کرتے تھے۔ کہ قادیان کا زمین اور آسمان جدا ہے۔ کیونکہ وہاں دنیا داری کے دھندوں کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ اور سوائے قال اللہ و قال الرسولؐ اور خدمت دین کے اور کوئی چرچہ نہ تھا۔ یہ کیفیت حضرت مسیح موعودؑ کے اور حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کے وقت میں بھی بہت حد تک قائم رہی۔

آخری التماس اور ایک زریں اصول

میں نے مختصراً اپنی قبول احمدیت کا تذکرہ اور اس کے تاثرات اور اس زمانہ کے حالات کا ذکر کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اپنے پیشہ طبابت میں عدیم النظیر کامیابی اور قبولیت عطاء فرمائی۔ یہ اسی سلسلہ میں منسلک ہونے کا نتیجہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو اعلیٰ درجہ کا چال چلن اور نمونہ عطا کیا۔ جس کا اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر ایک دوست دشمن معترف رہا ہے یہ حضرت مسیح موعود و دیگر اکابرین کی خدمت اور صحبت کا نتیجہ تھا۔

میں ڈاکٹری کے امتحان میں کامیاب ہو کر قادیان گیا چنانچہ مجھے ملازمت کا حکم بھی وہیں پہنچا۔ حکم پہنچتے ہی فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں ایک نئی زندگی میں داخل ہونے والا ہوں۔ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا تمہارا تعلق لوگوں کے جسموں کے ساتھ ہوگا۔ نہ ان کی روحوں کے ساتھ۔ اس لئے تمہاری نظر میں جو شخص تمام رات خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور جو دن رات خدا کو گالیاں دیتا ہے۔ ایک ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ساری عمر حضرت اقدس کی اس نصیحت پر میرا عمل رہا۔ مسلمان۔ ہندو، سکھ، عیسائی دہریہ۔ اور خدا پرست ہر ایک کے ساتھ میرا یکساں سلوک رہا۔ اور موافق و مخالف ہمیشہ مجھ پر اعتماد کرتے رہے۔ اور سب میں ہر دلعزیزی حاصل کی۔ یہاں تک کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کے سخت ترین دشمن تھے مگر میرے مرید تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اپنی جماعت اہل حدیث کا ڈیپوٹیشن لے کر صرف میری ملاقات کے لئے لاہور میرے مکان پر آئے۔ اور اپنے اور اپنی بیگم صاحبہ کے علاج کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔

ایک دفعہ انہیں علم ہوا۔ کہ میں قادیان جا رہا ہوں بٹالہ کے ریلوے سٹیشن پر جب میں اترا تو مولوی صاحب وہاں پر موجود تھے۔ مجھے اپنے مکان پر لے گئے۔ بڑی پرتکلف دعوت کھلائی۔ بلکہ اگلے دن علی الصبح کھانا کھلا کر رخصت کیا۔ اور قادیان کی سڑک تک میرے ساتھ پاپیادہ گئے۔ اور مجھے کہا۔ کہ جب تم بٹالہ آؤ۔ میرے ہاں ٹھہرا کرو۔ اس مکان پر تمہارا حق ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب بھی جب آتے تھے تو یہیں ٹھہرتے تھے۔ ایسے ہی حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی اگرچہ سلسلہ کے اولین مکفروں میں سے اور بہت سخت دشمن تھے۔ مگر میرے وہ بھی مرید تھے۔ قیام وزیر آباد کے دوران میں جب میں ان کے مکان پر جاتا بڑے تپاک سے میری تعظیم و تکریم کرتے۔ اگرچہ اس سے قبل انہوں نے بائیکاٹ کا حکم دے دیا تھا۔ مگر ان کو سرخ باد کے مہلک مرض کا دورہ ہو گیا۔ ادھر ادھر کے علاج کرائے۔ مگر مرض بڑھتا گیا۔ بالآخر میری طرف رجوع کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کو صحت دے دی۔ ایسے ہی صدہا دوسرے واقعات ہیں۔ جو خوف طوالت سے درج نہیں کئے جاتے۔ غرضیکہ مسیح موعودؑ کے تعلق سے ہم نے دین و دنیا دونوں حاصل کئے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(نومبر ۱۹۳۳ء)

مکتوباتِ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوب گرامی

بنام

خانصاحب عبدالمجید خاں آف کپورتھلہ

یہ الحکم کو اس دور جدید میں یہ فخر حاصل ہے۔ کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کو حضور کے اپنے رسم الخط میں پڑھتے ہیں۔ اگر احباب اس خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ وہ کم از کم الحکم کی توسیع اشاعت کے لئے سعی فرماویں۔ (ایڈیٹر)

مبلّغینِ احمدیت کے کارنامے

فلسطین میں ہمارے مبلّغ کے ڈھائی سال

ایک مبلّغ کے کام پر ریویو کرنا بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ جو کام ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ اس کام کی نسبت بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے۔ جو ہمارے سامنے نہیں آتا۔

مولانا ابوالعطاء جالندھری کی جب ہندوستان سے روانگی کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت ان کے حالات اس قسم کے تھے۔ کہ اگر سلسلہ کی تبلیغ کا سوال ان کے سامنے نہ ہوتا۔ اور کسی دنیوی منفعت کے لئے ان کو بھیجا جاتا۔ تو شاید وہ کبھی پسند نہ کرتے کہ وہ ہندوستان سے باہر قدم رکھیں۔ ان کے والد صاحب کی وفات پر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا جس کی وجہ سے امور خانگی کا تمام بوجھ ان پر آ پڑا تھا۔ ان کے بھائی کم عمر اور مدرسوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کی والدہ بوڑھی اور عمر رسیدہ عورت تھیں۔ والدہ کی دلداری بھائیوں کے مستقبل کا سوال کوئی معمولی سوال نہ تھا۔ ان کے اندرونی حالات ابھی ختم نہیں ہو جاتے۔ بلکہ ان کی پہلی بیوی فوت ہو چکی تھیں۔ اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا سارا بار ان پر آ پڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کی روانگی سے غالباً ایک ماہ ہی قبل انہوں نے جدید شادی کی تھی۔ اور جدید شادی کے ساتھ ایک خاوند پر جسقدر ذمہ داریاں آ پڑتی ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔ مگر مولوی صاحب کا سب سے پہلا کام یہ تھا۔ کہ جب خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے ان کا انتخاب کیا گیا۔ تو انہوں نے اپنے عمل سے یہ کہدیا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اس طرح اپنے جذبات۔ احساسات۔ خیالات تفکرات ان سب کی قربانی کرتے ہوئے اپنی بوڑھی والدہ۔ کم عمر بھائی۔ ننھے بچے اور نئی دلہن کو چھوڑ کر خدا تعالےٰ کے لئے اپنے ملک کو خیرباد کہہ دیا۔ کہنے کو یہ بہت آسان بات ہے۔ مگر جو لوگ غربت کی تکالیف سے آشنا ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ایک لمبے عرصے کے لئے اپنے عزیز و اقارب کو خدا حافظ کہہ کر کسی دوسرے ملک میں چلے جانا کس قدر مشکل امر ہے۔ انسانی خیالات کا ایک بحرِ بیکراں اس کے دماغ میں موجیں مارتا ہے۔ اور اسے ایک بہت بڑی جدوجہد اس طوفان سے نکلنے کے لئے کرنی پڑتی ہے۔ اسکی آنکھوں میں گھر کی ایک ایک چیز اور کنبہ کا ایک ایک فرد آنکھوں میں سمایا رہتا ہے۔ اور وہ ان کے تصور میں غرق رہتا ہے۔

عزیز و اقارب اور اپنی مالوفات کی یاد اسے کئی دفعہ غمناک اور المناک بنا جاتی ہے۔ ان تمام حالات پر قابو پانے کے لئے بہت بڑے دل گردہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس میں مولوی صاحب کی اور ان کے ساتھ ہر ایک مبلّغ کی یہ بہت بڑی قربانی خیال کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے عزیز و اقارب اور اپنے وطن کو چھوڑ کر ایک ایسے ملک کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ جہاں نہ ان کا کوئی یار نہ مددگار ہوتا ہے۔ مولوی صاحب عراق و عرب کے راستے فلسطین میں داخل ہوئے۔

فلسطین فلسطین۔ اسلام اور عیسائی اور یہودی مذہب کی تاریخ میں ایک نہایت ہی عظیم الشان مقام ہے۔ اور ان تینوں قوموں کی تاریخ کو اس ملک کے ساتھ بہت بڑا لگاؤ ہے۔ اس وقت بھی عربی ممالک بلکہ تمام مشرق کی سیاست کا ایک بڑا مرکز فلسطین ہے۔

یہودی قوم کا نشوونما فلسطین کی پہاڑی زیتون میں ہوا۔ اس زمین میں یہ قوم بڑھی۔ اور تنومند ہوئی پھر اس زمین کی چپہ چپہ جگہ پر ان کے خون کی ندیاں بہیں۔ اور لاشوں کے انبار اور تودے لگ گئے۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں متعدد بار مقدس ہیکلیں لوٹی گئیں۔ اور جلائی گئیں۔ اور بستیوں کی بستیاں الٹ دی گئیں۔

پھر عیسائیت کا دور آیا۔ اس دور میں بھی کوئی کم خون نہ گرا۔ پھر اسلام کے مقابل میں صلیبی جنگوں نے وہ مہیب صورت پیدا کی کہ الامان والحفیظ۔

گذشتہ زمانوں کو چھوڑ کر اب موجودہ زمانے میں ایک طرف سیاست کا ایک بہت بڑا دنگل فلسطین میں لگ رہا ہے۔ دوسری طرف وہ مذہبی دنیا کا مرکز بن رہا ہے۔ یہود ایک دفعہ پھر اپنی ساری طاقت کے ساتھ فلسطین پر چھا جانا چاہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے قبضے سے ایک ایک انچ زمین چھین لینے کی فکر میں ہیں۔ دوسری طرف برطانوی مستعمرین اس مذہبی مرکز میں بیٹھ کر ایک طرف یہود کو اپنے قبضے میں کرنے کی فکر میں۔ دوسری طرف حیفا میں عظیم الشان بندرگاہ قائم کر کے نہ صرف برطانوی مال تجارت کے لئے ایک جدید منڈی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اردگرد کے علاقہ کی تجارت پر بھی قبضہ کر لینا چاہتے ہیں۔ موصل کے تیل کے چشموں پر اندرون ارض پائپ لگا کر فلسطین سے ان کا تعلق پیدا کر کے اس معرکۃ الآراء جھگڑے کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ جو ترکی اور عراق کے درمیان ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اور اس طرح عراقی سیاسیات میں اپنا دخل قائم رکھنے کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ فلسطین میں اپنی فوجی قوت کے قیام سے اردگرد کے ممالک پر اپنا سکہ جمانے کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔

یہ تو ہوا۔ موجودہ سیاست کا خفیف سا چربہ مذہبی دنیا میں فلسطین یہود اور مسیحی اقوام کا تو پہلے سے مرکز تھا۔ اسلام نے بھی اس مقام کی کوئی کم بزرگی اور احترام نہیں رکھا۔ اس لئے آج اس گئے گزرے زمانے میں بھی مسلمانوں کے لئے بیت المقدس کی آواز ایک طاقت رکھتی ہے۔

ان تمام حالات پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تو فلسطین کی اہمیت کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ایسے مقام پر سلسلہ کے مشن کا قائم ہونا کوئی معمولی کام نہیں۔ سینکڑوں گرجے ہزار ہا پادری اور راہب پوری عظمت سے اس ملک میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں کوئی مشن قائم کرنا ویسے ہی اخراجات کا تقاضا کرتا ہے۔ فلسطین کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کے لحاظ سے وہاں گرانی بھی ہے۔ مکانات گراں۔ اشیاء گراں۔ الغرض ہر ایک چیز ہمارے ملک کے لحاظ سے گراں۔ وہاں ایک قلیل رقم میں مشن کا قائم کرنا ہمارے تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔ ہمارے مبلّغ ایسی حالت میں وہاں جاتے ہیں۔ جبکہ ان کو باقاعدہ ایک مقررہ تاریخ پر روپیہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اعلیٰ درجہ کا مکان اسکے پاس نہیں ہوتا۔ جو مکان میں آسائش اور راحت کا سامان نہیں ہوتا۔ اگر کوئی زائر آ جائے اور اس کے لئے چائے یا پانی کی ضرورت پیش آئے تو وہ بھی اس مبلّغ کو خود ہی مہیا کرنی پڑتی ہے۔ اور باقی ہر قسم کا کام بھی اسے ہی سرانجام دینا پڑتا ہے۔ اسے زیادہ وضاحت سے میں یوں کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہمارے مبلّغ کو بہت ہی احتیاط سے اپنی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ اس یہ بھی خیال رکھنا پڑتا تھا۔ کہ اس کے اخراجات کم نہ ہو جائیں معلوم نہیں کہ روپیہ کی دوسری قسط کب آئیگی۔ اسے مختصر سے مختصر اور کم سے کم قیمت کا مکان لیکر گزارہ کرنا پڑتا ہے پھر یہ بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ کہ وہ مکان ایسی جگہ واقع ہو جہاں شرفاء رہتے ہوں۔ وہ مکان ایسا ہو۔ جس میں معزز لوگ آ سکیں۔ اسے تبلیغ کا کام بھی کرنا پڑتا ہے اسے تعلیم و تربیت کا کام بھی سرانجام دینا ہوتا ہے۔ اسے آنے والے دوستوں کے لئے چائے پانی کی تواضع بھی اپنے ہاتھ سے کرنی پڑتی ہے۔ اسے اپنے مکان کو بطور مہمان خانہ کے بھی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اور ان مہمانوں کی مہمان نوازی کے اخراجات بھی اپنی جیب سے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح سے اسے ہر لحظہ اور لمحہ ایک بہت بڑی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ ایسی قربانی ہے

کہ جو کبھی لوگوں کے سامنے نہیں آئی۔

یہی نہیں بلکہ ایک اور بات جو میری نگاہ میں ان مبلغین کے مقام کو بہت بلند کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان تمام ممالک میں آزادی حریت کا دور دورہ ہے۔ ہر ایک چیز یورپ کی رو میں بہہ رہی ہے۔ ہر شے کی صورت تبدیل ہو رہی ہے۔ عورتیں اور مرد بالکل یورپین بن رہے ہیں۔ پردہ اڑ رہا ہے۔ ڈاڑھیاں صاف ہو رہی ہیں۔ کھانے پینے رہنے سہنے کے ڈھنگ بدل رہے ہیں۔ سیگریٹ نوشی اس قدر عام ہے کہ کوئی فرد اس سے بچ نہیں سکا۔ ہمارے مبلغ جس قسم کی فضاء سے نکلکر جاتے ہیں اس کے مقابلہ میں وہاں بالکل نئی دنیا اور نئی فضاء ہوتی ہے۔ میں بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ جو ان ملکوں میں چند دن کے لئے گئے۔ اور اپنے عادات اور خصائل کو مٹا کر بیٹھ گئے۔ حسن بے پردہ کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کی عفت کو کھو بیٹھے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ اور غور سے دیکھا ہے۔ کہ ہمارے مبلغ ان تمام حالات میں

طوفان میں چٹان

کی طرح کھڑے رہے۔ انہوں نے نہ اپنی عادات کو بدلا نہ اپنے لباس کو بدلا۔ اور نہ حسن بے پردہ کی طرف نگاہ کی۔ اور اپنے طرز عمل سے پاکیزگی اور عفت کے اعلیٰ مقام پر جمے رہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی نظیر آج دنیا میں مل نہیں سکتی۔ ہماری جماعت پاکیزگی پھیلانے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ پس یہ لوگ پاکیزگی کے علمبردار ہوتے ہیں۔ میں نے بارہا مولانا شمس اور مولانا ابوالعطاء کو بازاروں اور سڑکوں پر چلکر اور دوکانوں میں بیٹھ کر دیکھا کہ ان کی آنکھ کبھی ادھر ادھر نہیں اٹھی۔ جوانی اور تجرد کا عالم ہو پھر حسن بے پردہ کی ایسی جلوہ آرائیاں ہوں۔ وہ ساری طاقتوں اور قوتوں سے ننگا ہو کر ظاہر ہو کر نکل آیا ہو۔ مگر اس گھمسان میں ایک نوجوان سالہا سال کھڑا رہے۔ اور ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھے یہ اخلاقی معجزہ صرف اور صرف اس زمانے کے راستباز اور اس کے پاک جانشین کا ہے۔ ورنہ دنیا کی ہر ایک چیز اپنی آن واحد میں جذب کر لیتی۔ ہمارے مبلغین کا صرف یہی مقام نہیں کہ وہ خود پاکیزگی کے مقام پر کھڑے رہتے ہیں۔ بلکہ وہ ان ممالک میں ایک بہت بڑے لائیٹ ہوس بنے ہوئے ہیں۔ جن سے قومیں روشنی حاصل کر رہی ہیں۔ وہ اپنا تمدن۔ اپنے عادات۔ اپنا لباس۔ اپنے ملک کے کھانے۔ اپنی عفت۔ اپنی طہارت ان لوگوں میں چھوڑ رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہندوستان سے ایک قسم کی محبت اور عشق کا جذبہ بھی ان کے دل میں پیدا کر دیتے ہیں۔ میں نے بارہا ان لوگوں کو پگڑیاں پہنتے دیکھا۔ میں نے ان کو ہندوستانی کھانوں کے متعلق پسندیدگی کا اظہار کرتے دیکھا۔ میں نے ان نوجوانوں کو جو دن میں دو دفعہ ڈاڑھی منڈوانے تھے دیکھا کہ انہوں نے ڈاڑھیاں رکھ لیں۔ میں نے ان میں غرض اجر جس کا پہلے نشان تک نہ تھا۔ پیدا ہوئی ہوئی دیکھی۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے پرانے دوستوں کے قہقہے اور تمسخر کو وہ لوگ دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اور مست ہاتھی کی طرح سے گزر جاتے ہیں۔ یہ انقلاب اس عظیم الشان کام اور کیرکٹر کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کے ماتحت ہمارے مبلغین سے ظاہر ہوا۔

اس بے سروسامانی کی حالت میں یہ ایثار مجسم اور طہارت و پاکیزگی کے پتلے اپنا کام کرتے ہیں۔ ہمارے مبلغین کے کام کی نوعیت کئی قسم کی ہے۔ کچھ ان کو زبان سے تقریری کام کرنا پڑتا ہے۔ اور کچھ تحریری کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے کام کے لحاظ سے آزاد ہوتے ہیں۔ انہیں کسی قسم کی نگرانی نہیں ہوتی اگر خدا تعالےٰ کا خوف اور تقویٰ کا جذبہ ان لوگوں میں نہ ہو۔ تو وہ بغیر کام کرنے کے اپنی رپورٹیں بھیج سکتے ہیں میں چونکہ چشم دید گواہ ہوں۔ اس لئے پوری بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ یہ لوگ جس تندہی سے کام کرتے ہیں۔ اس کا مقابلہ دنیا کے کسی ملازم سے نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ اس کے سر پر کیسا ہی جبار افسر کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی نگرانی خدا تعالےٰ کے خوف سے پڑ ہو کر خود کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بسا اوقات آنے والوں کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ اس قدر لمبا ہوا۔ کہ سارا دن گزر گیا۔ اور رات کے بھی بارہ بج گئے۔ اور کھانے پکانے کی نوبت تو ایک طرف رہی بازار سے منگوا کر کھانے کی بھی نوبت نہیں آئی۔ اور رات کو جب فرصت ہوئی۔ اس وقت دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ تو ان مجاہدین نے گذشتہ دنوں کے بچے ہوئے سوکھے ٹکڑے چائے کے گرم گھونٹ سے کھا کر رات بسر کی۔ یہ بے شک قربانی ہے۔ اور مجسم قربانی ہے۔ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر صرف اس کام کو دیکھتے ہیں۔ جو ہم کو ان اشخاص کی شکل میں نظر آتا ہے جو سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہی ایک معیار کسی مبلغ کی خدمت کے جانچنے کا ہے۔ حالانکہ یہ معیار کبھی کسی مبلغ کی　　اور سعی کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور ہم اس ایک طریق سے اس کی قربانی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہمارا صحیح اندازہ اس کی زندگی اور اس کے حالات پر نظر کرنے سے ہی لگ سکتا ہے۔

مولانا ابوالعطاء کی ساڑھے چار سالہ زندگی بالکل ان واقعات کی سچی تصویر ہے۔ میں کسی شخص کی بے جا تعریف گناہ خیال کرتا ہوں۔ مگر ایک مجاہدین کی خدمت کا اعتراف اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔

میں سچ کہتا ہوں۔ کہ مولانا ابوالعطاء اور مولانا شمس جس محبت و قیمت سے سلسلہ کا کام کرتے رہے ہیں اس کا تقاضا تھا۔ کہ وہ اپنی صحت کے لئے روزانہ کچھ نہ کچھ وقت سیر یا ورزش کے لئے نکالیں۔ مگر وہ کئی کئی ماہ تک بھی ایسا وقت پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے ان ہر دو مبلغین کے ساتھ قاہرہ میں رہنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ انہوں نے قاہرہ کے ایک دو نہیں متعدد مقامات ایسے چھوڑے ہیں۔ جن کو لوگ دور دراز سے آکر دیکھتے ہیں۔ مگر انہوں نے ان کو ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا۔ یہ کیوں؟ اس لئے۔ کہ اعلائے کلمۃ الاسلام کا جو جذبہ حضرت امام نے ان کے اندر پیدا کیا ہے وہ　　تھا اور کبھی بھی وہ اس جذبہ سے الگ نہیں ہوئے۔

(باقی آئندہ)

درخواست دعا

میرے ایک دوست مرزا منور احمد صاحب احمدیہ سکول کی ساتویں کلاس کا امتحان جو نظارت تعلیم و تربیت کے ماتحت ہوتا ہے دینے والے ہیں احباب انکی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (صوفی محمد)

حضرت مولوی شیر علی صاحب بخیریت لنڈن پہنچ گئے

اتفاق کی بات ہے۔ کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب قبلہ کی روانگی کے دن میں بیمار ہو گیا۔ اور باوجود شدید ترین خواہش کے میں ان کو خدا حافظ نہ کہہ سکا۔ مگر میں نے اپنے بستر علالت سے ان کے لئے دعا کی۔ اور اپنی قلبی کیفیات کے ساتھ انکو خدا حافظ کہا۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب خدا تعالےٰ کے فضل سے بخیریت لنڈن پہنچ گئے ہیں۔ جس غرض و غایت کے لئے وہ لنڈن تشریف لیگئے ہیں۔ وہ ایسی پاکیزہ غرض ہے۔ جس کے لئے جب سے لنڈن تعمیر ہوا ہے۔ شاید کوئی انسان لنڈن میں نہ گیا ہو۔ حضرت مولانا صاحب کی زندگی تقریباً ساری کی ساری خدمت قرآن کریم میں گزری۔ اور اب یہ ایک ایسا کام ان کے ہاتھ سے سرانجام دیا جا رہا ہے۔ جو انکو ابدی زندگی اور ان کے روحانی مقام کو بہت بلند کرنے والا ہے۔

انگلستان کے سوا دنیا کے کروڑوں انسان انگریزی بولتے ہیں۔ ہم ان تک اسلام کا پیغام اور زبان میں بھی نہیں پہنچا سکتے پس ضروری ہے۔ کہ ان کے لئے خدا تعالےٰ کا کلام ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا جائے۔ علماء اسلام نے اس امر کے متعلق بڑی بڑی بحثیں کی ہیں۔ کہ کیا قرآن کریم کا ترجمہ کسی زبان میں ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ترجمہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ہم یہ امر ماننے کے لئے مجبور ہیں۔ کہ ترجمہ کرنیوالا شخص عربی اور جس زبان میں ترجمہ کیا جانا مطلوب ہو اسکا عالم ہو۔ وہ نہ صرف عالم ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اسے فصاحت و بلاغت سے حصہ دیا ہو۔ تاکہ وہ ترجمہ انسانی لغت میں بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ الفاظ میں ہو۔ یہ وہ خدمت ہے جو سالہا سال سے حضرت مولانا ادا کر رہے تھے۔ اور جبکہ یہ ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ ضروری تھا کہ انگلستان کے اعلیٰ زبان دانوں کے سامنے اسے طباعت سے قبل رکھا جائے۔ جو زبان دانی کے لحاظ سے اسکی حسن و خوبیوں کو دیکھ سکیں۔ اور پھر اسکی طباعت کے کام کو اپنے سامنے جاری کرایا جا سکے۔ یہ وہ عظیم الشان کام ہے۔ جو حضرت مولانا کے سامنے ہے۔ انکی عمر انکی زندگی کے میل و نہار لنڈن کی ہوا اور فضاء بالکل خلاف ہیں۔ مگر محض خدائے برتر کے کلام کی خدمت کے لئے انہوں نے باوجود خرابی صحت اور بڑھاپے کے اس سفر کو منظور فرما لیا۔ ہر ایک احمدی کی قلبی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ یہ وہ کام ہے جو اسلام کی خدمت کے لئے یورپ میں ایک بہت بڑا دروازہ کھول دے گا۔ اور اسلام کے خوبصورت چہرے کو بے نقاب کر دے۔

ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مولوی صاحب قبلہ کی مدد ملائکہ کے ساتھ ہر حالت میں فرمائے۔ اور کامیابیوں کا تاج پہنا کر واپس لائے۔ (آمین)

قابل توجہ امراء جماعت و پریذیڈنٹ سکرٹری وصایا صاحبان

موصیوں کے تقویٰ و طہارت کے متعلق وقتاً فوقتاً دفتر ہذا میں اطلاع دیتے رہیں۔ تاکہ دفتر ہذا تازہ حالات سے مطلع رہے۔

(سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مولوی ظفر علی خاں پر احراریوں کا حملہ

احراریوں نے آپ کے گلے کے ہار توڑ ڈالے۔ احرار مردہ باد کے نعرے

امرتسر ۱۳ مارچ۔ آج بعد نماز جمعہ مسجد خیر الدین مرحوم مجلس اتحاد ملت اور نیلی پوشان کے زیر اہتمام مسلمان امرتسر کے ایک جلسے میں سخت ہنگامہ آرائی ہوئی۔ جس کے دوران میں مولانا ظفر علی خاں کے گلے کے ہار توڑ دیے گئے۔ اور ہاتھا پائی بھی ہوئی شیخ صادق حسین بیرسٹر صدر تھے۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن اور نعتوں کے بعد جب شروع ہوئی۔ تو سب سے پہلے مسلمانان امرتسر مجلس نیلی پوشاں اور مجلس اتحاد ملت کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ جس میں مولانا ظفر علی خاں کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

زاں بعد احراری نوجوان غلام محی الدین نے کچھ اعتراض کرنا چاہا۔ جس پر جلسہ میں گڑبڑ پیدا ہو گئی۔ آخر مولانا ظفر علی خاں کے ارشاد پر اس نے چند سوالات کئے۔ اور کہا۔ کہ مولانا صاحب کی نظربندی کے ایام میں اخبارات میں چرچا رہا ہے۔ کہ ان کو کسی بڑے سرکاری افسر نے یقین دلایا تھا۔ کہ سول نافرمانی شروع کرو مسجد مل جائیگی۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ دوسرا اعتراض اس نے یہ کیا۔ کہ سول نافرمانی غیر ذمہ وار لوگوں نے کی ہے کیا آپ ان کی مذمت کریں گے۔ زاں بعد معترض نے احرار کی حکمت عملی کی تعریف کرنی شروع کی۔ تو لوگوں نے بٹھا دیا اس پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور لوگ اٹھ بیٹھے۔ کھینچا تانی اور دھینگا مشتی ہونے لگی۔ مولانا ظفر علی خاں تقریر کرنے کے لئے اٹھے۔ احراریوں نے تقریباً ایک گھنٹہ تک متواتر شور و غل سے تقریر میں رکاوٹیں ڈالیں۔ آخر مولانا نے مجمع پر قابو پاتے ہوئے۔ تحریک شہید گنج کے متعلق وضاحت سے روشنی ڈالی۔ اور اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ کسی افسر نے انہیں سول نافرمانی کے لئے نہیں کہا اس وقت سول نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جن لوگوں نے سول نافرمانی کی ہے۔ وہ غیر ذمہ دار نہیں تھے ان ذمہ داروں سے غیر ذمہ دار بدرجہا بہتر ہیں۔

پھر شور اٹھا اور چند رضا کاروں نے بڑھکر مولانا کے گلے میں ہاتھ ڈالا۔ اور ہار توڑ ڈالے۔ جس پر پبلک نے حملہ آوروں کو دھکے دیئے۔ اور لعنت و پھٹکار کی۔ مولانا نے پھر تقریر شروع کی۔ اور آخر میں مسلمانوں کو متحد ہو کر ایک پارٹی منظم کرنے کی اپیل کی۔ دعا کے بعد جلسہ ساڑھے چار بجے ختم ہوا۔

مولانا ظفر علیخاں کا ننگی تلواروں سے جلوس

جلسہ ختم ہوا۔ تو خاکساروں اور نیلی پوشوں نے آپ کو ننگی تلواروں کے پہرے میں لے لیا۔ اور ایک جلوس کی صورت میں تمام بازاروں سے گزر کر شریف پورہ تشریف لے گئے۔

مجلس احرار کے دفتر کے نیچے پہنچ کر جلوس نے جس میں مظاہرین کی تعداد تین چار ہزار سے زائد تھی "مجلس احرار مردہ باد" "حبیب الرحمن مردہ باد" "عطاء اللہ شاہ بخاری مردہ باد" "مولانا ظفر علی خاں زندہ باد" وغیرہ کے نعرے لگائے گئے۔

احراریوں کی مذموم حرکت کی مذمت

جلوس مسجد سے نکلکر خواجہ عبدالرحمن غازی کے مکان واقع بیرون دروازہ رام باغ کے سامنے پہنچا۔ کیونکہ خواجہ صاحب مذکور نے مولانا ظفر علی خاں کو چائے کی دعوت پر مدعو کیا ہوا تھا۔ لیکن نوجوان مسلمانوں نے مولانا سے درخواست کی کہ چونکہ احرار نے ان کی کچ بے عزتی کی ہے۔ اس لئے آپ چائے نہ پئیں۔ مولانا نے وعدہ کیا۔ کہ وہ چائے نہیں پئیں گے۔ ایک دوسرے ریزولیوشن میں ان احراری رضا کاروں کی پر زور مذمت کی گئی۔ جنہوں نے مسجد خیر الدین مرحوم میں مسلمانان امرتسر کے جلسہ میں گڑبڑ کی۔ اور مولانا کی بےعزتی کی ہے۔ (سیاست)

درخواست ہائے دعا

(۱) سید عزیز الرحمان صاحب نہایت پرانے اور مخلص صحابی ہیں۔ ان کو رعشہ کی بیماری ہے۔ اور ان کی تکلیف دن بدن بڑھ رہی ہے احباب ان کے لئے دردِ دل سے دعا فرماتے رہیں۔

(۲) ڈاکٹر محمد شفیع صاحب سنڈیانوالہ نہایت مخلص احمدی ہیں۔ تبلیغ کا شوق بے حد رکھتے ہیں۔ ان کی اہلیہ سخت بیمار ہیں۔ احباب انکے لئے نہایت دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

تحریک جدید پر لبیک کہنے والے مخلصین سے ضروری گزارش

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک جدید پر لبیک کہنے والے مخلصین کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مندرجہ ذیل امور ملحوظ رکھیں۔ اول۔ جن دوستوں نے اپنے وعدہ کی رقوم کی جلد ادائیگی کا یقین دلایا تھا۔ ان میں سے اکثر احباب نے اگرچہ چندہ ادا کر دیا ہے۔ لیکن بعض احباب کی طرف سے ابھی وعدہ کے ایفا کا انتظار ہے۔ انہیں چاہئے۔ کہ وہ بھی جلد تر اپنے وعدہ کو پورا کر کے رضا حاصل کریں۔ دوئم چندہ تحریک جدید کو قسط وار ادا کرنے والے دوست اگر اپنے اخراجات میں تنگی برداشت کر کے یکمشت چندہ ادا کر دیں یا بجائے یکم دسمبر ۳۶ء تک چندہ ادا کرنے کے سال کے پہلے مہینوں میں ہی چندہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائیں تو علاوہ اس کے کہ سلسلہ کو فائدہ پہنچے گا۔ انہیں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے زیادہ ثواب ملیگا۔ سوئم جن دوستوں کا وعدہ دوران سال میں چندہ ادا کرنے کا ہے۔ مگر تا حال انہوں نے ادائیگی کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ دوران سال میں سے تین ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ اور ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ادائیگی کا وقت مقرر کر کے مرکز کو اطلاع دیں۔ امید ہے کہ وہ احباب جنہوں نے حضرت امیر المومنین کی آواز من انصاری الی اللہ کے جواب میں نحن انصار اللہ کہا ہے وہ اپنے وعدوں کا جلد تر ایفا کر کے اللہ تعالےٰ کی رضا اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی دعا اور خوشنودی حاصل کریں گے

(فنانشل سکرٹری تحریک جدید قادیان)

"خودکشی و خودکشائی کار ررا
خود دہی رونق تو آن بازاررا"

از قلم صوفی فضل آلٰہی صاحب احمدی بمبئی والے

(گذشتہ سے پیوستہ)

خاکسار کے مضامین کا تعلق جیسا کہ محترم و بزرگ ایڈیٹر صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ خاکسار کے مضامین میرے سفرنامہ کے مشاہدات اور واقعات کے متعلق ہوا کریں گے لیکن عقیدت کی بے اختیار رو کبھی کبھی ضمناً موجودہ زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ دراصل انسان کی زندگی کے حقیقی مشاہدات اور واقعات خدا تعالیٰ کے پیاروں کا ذکر ہی کرنا ہے۔ میرے ایمان کے رُو سے خدا تعالیٰ کے مامورین کا ذکر خدا تعالیٰ ہی کا ذکر ہے۔

دراصل خدا تعالیٰ کی محبت ہی خدا تعالیٰ کے مامورین کے ماننے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے مامورین کی محبت سے دُور ہیں۔ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی محبت سے دُور ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

ذکر اُو شاں ہم دہد یاد از خدا
صدق ورزاں در جناب کبریا

خاکسار کا شہروں اور بستیوں کے مشاہدات اور واقعات کا ذکر کرنا خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مامورین کی محبت کا اظہار ہے۔

بمبئی کی بستی کے متعلق کچھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور کچھ باقی ہے۔ خیال تھا۔ کہ بمبئی کے مشاہدات کے بعد اور ان شہروں اور بستیوں کا بھی جہاں جہاں خدا تعالیٰ مجھے لے گیا ہے ان شہروں اور بستیوں کے بھی کچھ تھوڑے بہت مشاہدات لکھے۔ لیکن مجھے میرے حالات مجبور کر رہے ہیں۔ کہ ان تمام شہروں اور بستیوں کے حالات سے پہلے ان بستیوں کے مشاہدات و حالات کا ذکر کیا جائے جن میں خاکسار کا بمبئی چھوڑنے کے بعد گذر ہوا۔

خاکسار نے ۴ رمئی ۱۹۳۴ء جمعہ کی شام بمبئی کو وطن ہزارہ تک پہنچ کے لئے چھوڑا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رحم و احسان سے تین چار یوم میں خاکسار کو دارالامان پہونچایا۔ تقریباً ایک ماہ دارالامان میں قیام کرنے کے بعد خاکسار کا خیال ہوا۔ کہ لاہور جا کر اپنے ایک پرانے دوست کی ملاقات کی جائے۔ یہ خیال خاکسار کو لاہور لے گیا۔ لاہور جانے سے قبل خاکسار نے اپنے دوست سید محمد عبداللہ صاحب ایم۔ اے کو اپنے لاہور آنے کے متعلق اطلاع دے دی تھی۔ لیکن جب لاہور سٹیشن پر خاکسار اُترا تو اپنے دوست کو سٹیشن پر نہ پایا۔ ٹرین میں خاکسار کے ہم سفر قبلہ سیٹھ ابوبکر صاحب بھی تھے۔ ان کی وجہ سے لاہور کے سٹیشن پر ایک مخلص احمدی دوست سے جنکا نام نامی حافظ عبدالجلیل (مالک دواخانہ رفیق مریضاں موچی گیٹ لاہور) تھا۔ ملاقات ہوئی۔ مومنانہ محبت سے ملے اور اپنے مکان پر لے گئے۔ ان کی محبت و الفت نے پرانے دوست کی ملاقات کو ایک دو دن کے لئے بھلا دیا۔ دو دن کے بعد خاکسار نے دیرینہ دوست برادرم نور محمد صاحب عرف سی۔ پی کے ہاتھ ایک رُقعہ بھیجا۔ انہوں نے اس رُقعہ کے جواب میں لکھا۔ کہ قبل اس کے کہ میں آپ کے پاس آؤں۔ اگر آپ آجائیں۔ تو مجھے خوشی ہوگی خیر دیرینہ دوست کے ان الفاظ کو پڑھ کر خاکسار نے ان کی ملاقات کی خاطر گورنمنٹ لائبریری کی راہ لی۔ وہ ان دنوں لائبریری میں ملازم تھے۔ دیرینہ محبت کی یاد تازہ ہوئی۔ نہایت گہری محبت سے ملاقات ہوئی۔ اور پھر گفتگو شروع ہوئی میری ان کی یہ ملاقات تقریباً پندرہ سولہ سال کے بعد ہوئی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھنے پر محو حیرت تھے اسلئے کہ ہر دونوں کے قد و قامت اور چہرے کے خط و خال میں نمایاں تبدیلی ہو چکی تھی۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا تھا۔ کہ محبت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ سید محمد عبداللہ صاحب نے خاکسار کو ڈیڑھ ماہ اپنے پاس مہمان رکھا ولز ہوسٹل میں قیام تھا۔ کالج کے طلباء مجھے احمدی سمجھ کر تعجب کی نظر سے دیکھا کرتے۔ سید محمد عبداللہ صاحب اپنے دوستوں کو کہتے۔ کہ صوفی فضل آلٰہی احمدی ہمارے محسن دوست ہیں۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ گو صوفی صاحب کے عقیدہ سے ہماری دوستی اور محبت نہیں۔ لیکن صوفی صاحب سے ہمیں محبت ضرور ہے۔ کہ ہمارے محسن ہیں۔ بہرحال ہوسٹل میں مذہبی گفتگو میں ہی دن کٹتا۔ ہوسٹل کے انچارج مولوی نذیر احمد صاحب بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن کبھی بھی انہوں نے تہذیب کے پہلو کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ بہرحال خاکسار ان کا شکرگزار ہے۔ ہوسٹل کے قیام کے دنوں خاکسار کی خبرگیری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری حافظ عبدالجلیل صاحب اور مستری محمد موسیٰ صاحب اور نور محمد صاحب (سی۔ پی) اکثر اوقات فرماتے رہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ان کو بہتر سے بہتر اجر ہر دو جہان میں عنایت فرماتا رہے۔۔۔ (آمین)

لاہور میں ان دنوں سخت گرمی تھی۔ سید محمد عبداللہ صاحب کو گرمی کی چھٹیوں پر اپنے وطن ہزارہ جانے کا خیال ہوا۔ مجھے بھی انہوں نے مجبور کیا۔ وطن جانے کا کچھ دنوں تک خیال نہ تھا۔ ان کے بار بار کہنے پر تحریک ہوئی۔ ان کے ہمراہ جانے پر رضامندی ہوئی۔ ہم دونوں اپنے گاؤں منگلور ضلع ہزارہ پہنچے۔ ڈیڑھ ماہ قیام کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے رحم اور فضل سے صوفی فضل آلٰہی کے نکاح کا انتظام بغیر کسی اسباب کے پیدا کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مانسہرہ ضلع ہزارہ کے احمدی دوستوں کو میرے نکاح کی تقریب میں شرکت کے لئے ارشاد فرمایا۔ مانسہرہ کے سب دوست شریک ہوئے۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیتا رہے (آمین)

مانسہرہ کے احمدی دوستوں کی شرکت خاکسار کیلئے باعث اطمینان قلب اور راحت کے تھی۔ جس گاؤں میں خاکسار پیدا ہوا۔ اور پھر جس گاؤں کے اکثر بسنے والوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے رحم و احسان سے نیک برتاؤ بھی رہا۔ اس گاؤں کے رہنے والوں نے سوائے تین چار کے کسی نے بھی ساتھ نہ دیا۔ اور نہ ہی کوئی مجلس نکاح میں شریک ہوا۔ اور جنہوں نے ساتھ بھی دیا وہ بھی ایک ظاہری رسم و رواج کے پابندی کے لئے تھا۔ مگر مومنانہ اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے کسی نے ساتھ دیا تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے ہی دیا۔ جن کے ساتھ خاکسار کا کسی قسم کا جسمانی برتاؤ اور رشتہ نہ تھا۔ درحقیقت روحانی رشتہ ہی ایک ایسا رشتہ ہے۔ جو موت تک اور بعد موت کے بھی نہیں ٹوٹتا۔ باقی سب رشتے ناطے ایک حد تک جانے کے بعد ٹوٹ جاتے رہیں۔

احمدی دوستوں کا خاکسار کی تقریب نکاح میں شامل ہونا سعید فطرت انسان کے لئے جنہوں نے اس نظارہ کو دیکھا۔ ان کے لئے وہ نظارہ آج سے تیرہ سو سال بعد خدا تعالیٰ کے مبارک ارشاد

فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا

کی حقیقی شان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صدقہ ایک معمولی گاؤں منگلور کی ایک چھوٹی سی مجلس میں ایک پرکیف نظارہ تھا۔

خدا تعالیٰ کا مامور جب دنیا میں آتا ہے۔ تو غیروں کو بھائی بھائی بنا دیتا ہے۔ سوچنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کے مامور کی صداقت پر یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی کو جو قرآن کریم میں ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ وہ وحی مبارک یہ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا

کیا منکرین صداقت نہیں دیکھتے کہ زمین کے بسنے والوں کو اتحاد کیلئے دنیا سے پہلے آرہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذکر کردہ وحی بھی انبیاء کی صداقت کا ایک معیار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گذر میں دشت خار

دنیا کے ہزارہا لیڈر اٹھتے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی دلکش تقریروں اور بیان سے ایک قسم کی باہمی محبت کا پیغام دیتے ہیں۔ لوگ ان کی آواز پر جمع ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی آواز پر جمع ہونے کی حقیقت ایک شعبدہ باز اور مداری کے کھیل پر جمع ہو جانے کی حقیقت سے زیادہ نہیں ہوتی جب کھیل ختم تو جمعیت کا کھیل بانظارہ بھی ختم۔

لیکن دنیاوی لیڈروں کے مقابلے پر آسمانی لیڈر جس کو خدا تعالیٰ اپنے ارادہ و منشاء کے ماتحت باہمی محبت و الفت کا پیغام رسال بناتا ہے۔ آسمانی لیڈر کا پیغام خدا تعالیٰ کے ارادہ اور منشاء کا ایک ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا پیغام دنیا کے تمام سعید فطرت انسانوں کو آہستہ آہستہ ایک مقام پر باہمی الفت و محبت کے لئے جمع کر دیتا ہے۔ پس آسمانی لیڈر یا دوسرے لفظوں میں خدا تعالیٰ کے مامور کی پیدا کردہ جمعیت دنیاوی لیڈروں کی پیدا کردہ جمعیت یا مداری اور شعبدہ باز کی جمعیت کی طرح تتر بتر نہیں ہوتی۔

(باقی آئندہ) (طالب دعا صوفی)
(دارالامان)

الحکم کا خاص نمبر!

۲۶ مئی ۱۹۳۴ء

شائع ہو گا!

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابی کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ مئی کو الحکم کا ایک خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ اس کی پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ بس صرف

پچاس محبان مسیح موعود علیہ السلام کو پکارتا ہوں

کہ وہ ایک ایک سو کاپی تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے ۴۰ صفحے پر شائع ہوگا۔ اس میں اول سے لیکر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت۔ صداقت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو عــہ فی سینکڑہ کے حساب دیا جائیگا۔ ایک کاپی کی قیمت چار آنے ہوگی۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص نام دینگے۔ جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔ اگر ہزار کاپی پوری نہ ہو سکی۔ تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت ملتوی کر دونگا۔ اس لئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

خاکسار

عرفانی

حضرت مسیح موعودؑ کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں۔ جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے۔

پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبد الرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

تیسرے نمبر میں حضرت چوہدری رستم علی خاں رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علی خاں صاحب سلمہ تعالےٰ کے نام مکتوب ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہونچ جائے گی تو قیمت نصف کر دی جائیگی۔ تھوڑی جلدیں شائع ہوئی ہیں احباب جلد منگوالیں۔

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور (پنجاب)

مشاہداتِ عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلادِ اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا پہلی جلد شائع ہو چکی ہے یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام نے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار۔ اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگیگا۔ قعر ذلت سے نکل کر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے۔ معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ترقی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہئے

قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور!

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم سے شائع ہوا